پچھتاوا

تحریر : حورین محسن

ہمیشہ کی طرح اج بھی اس نے ماں کے کمرے میں جانے کا ارادہ کیا مگر دروازے کی چوکھٹ پری کسی انجانے خوف نے اس کے پاؤں جکڑ لیا وہ پچھلے دو ماہ سے اپنی ماں کے کمرے کے دروازے پر اٹھاتا دستک دینے کے لیے ہاتھ اٹھاتا مگر اس کے ہاتھ کانپ جاتے دستک دے نہیں پاتا تھا.

اگر دستک دیے بنا بھی وہ اندر چلا جاتا توٹانگیں ساتھ نہیں دیتی تھیں۔ جو

گناہ جو غلطی انجانے میں وہ کر بیٹھا تھا اس کے لیے وہ معافی کا حقدار

نہیں تھا مگر ایک آس ایک امید کہ وہ یہاں لے کر اتا اور اپنی ماں سے

معافی مانگنے کی ہمت نہیں کر پاتا تھا اور اس کی ماں جس نے اس کے اس

گناہ پر اسے یہ سزا دی تھی کہ اس کے سامنے انا چھوڑ دیا اور اس سے بھی

حکم دیا کہ وہ اسے کبھی اپنی شکل نہ دکھائے. اس لیے صبح گھر سے نکلتا

اور رات کو ہی واپس اتا اور اتے ہی ماں کو دیکھنے کی غرض سے اس کے

کمرے کی طرف جاتا ہلکے ہلکے خراٹوں کی اواز آتی تو وہ سکون کا سانس

لے کر وہیں دروازے کی چوکھٹ پر ادھی ادھی رات تک بیٹھا

رہتا۔احساس پہ کہ اس کی ماں باہر ائے اور اسے کہے کہ بیٹا میں نے

تمہیں معاف کیا کئی بار ایسا ہوا بھی کہ اس کی ماں تہجد کی نماز کے لیے

باہر ائی مگر دروازے کی چوکھٹ پر بیٹھے اپنے بیٹے پر ایک نگاہ ڈال کر گزر جاتی اور وہ جاگتے رہنے کے باوجود سوتا بنا رہتا تاکہ اس کی ماں سکون سے اپنا کام کر سکے اس کے لیے یہی کافی تھا کہ وہ اپنی ماں کو ایک نظر بھر کر دیکھ لیتا تھا۔۔۔۔

یا اللہ بھائی یہ سب کیا ہے زینب اپنے بھائی کے روم کی صفائی کر کے چائے بنانے گئی تھی اور چائے بنا کر چائے دینے زید کے کمرے میں آئی تو کمرے کی حالت خراب دیکھ کر غصے سے چائے بیڈ کی سائیڈ ٹیبل پر پٹخنے والے انداز میں رکھی اور دونوں ہاتھ کمر پر رکھ کر اسے زید کو گھورنے لگی۔ جو ابھی نہا کر نکلا تھا

کیا ہوا زینب اس نے کنکھیوں سے زینب کو دیکھتے ہوئے کہا وہ جان بوجھ کر انجان بن رہا تھا اس لیے اسے اگنور کر کے ائینے کے سامنے اپنے بال سوارنے لگا۔ اچھا بچو۔۔۔۔۔

زینب نے بھائی کے اس انداز پر منہ پہ ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔ اب دیکھیں میں کیا کرتی ہوں

امی امی اور زور زور سے چلانے لگی

ارے ارے امی کو کیوں بلا رہی ہو پاگل ہو گئی ہو اسے یوں چلاتا دیکھ اوہ ہیئر برش بیڈ پر پھینک کر اس کی طرف لپکا۔ اس کے منہ پر ہاتھ رکھ کر اسے چپ کروانے کی کوشش کی

چھوڑیں مجھے جھٹکے سے خود کو چھڑوایا اور مصنوعی غصے سے اسے دیکھنے لگی۔ یار کیسی بہن ہو تم جانتی بھی ہو امی غصہ ہوں گی کہیں گی تمہیں خیال نہیں چھوٹی بہن کا کل کو پرائی ہو جائے گی اس کو تنگ مت کیا کرو پتہ نہیں اور کیا کیا فلحال میں اس وقت امی کی ڈانٹ کے موڈ میں نہیں ہوں۔ مجھے افس کے لیے نکلنا ہے۔ وہ خفگی سے بکھری چیزیں خود ہی سمیٹنے لگا زینب کو اپنے بھائی کی اس حالت پر ترس بھی ایا اور پیار بھی۔ وہ اپنے چہرے پر ائی مسکراہ روک نہیں پائی

چھوڑے میں کر لوں گی اس کے ہاتھ سے شرٹ چھپٹتے ہوئے بولی۔ رہنے دو رہنے دو کیسی بہن ہے تم بہنیں تو اپنے بھائیوں کے کام جی جان سے کرتی ہیں اور ایک تم ہو دو واریت سے صاف کرنا پڑتا ہے کمرہ اس پر بھی اتنا واویلا مچاتی ہو۔

شرٹ سے پکڑا کر پیروں میں جو گرز ڈالتے ہوئے وہ غصے میں وہ بڑھایا

تھا۔

او بھائی نہ کریں دو بار صرف دو بار 10 بار صاف کرنا پڑتا ہے اپ کا یہ

شہنشاہ ہی کمرہ جو کبھی ایک بک کبھی ایک شرٹ ڈھونڈنے کے لیے بار

بار 10 بار تہس نہس ہوتا ہے چیزیں سمیٹتے سمیٹتے وہ بھی اپنی دفاع کی

پوری کوشش کر رہی تھی۔

اپ کے بعد زید کے وجی چہرے کے دونوں گالوں میں ڈمپل پڑے

تھے وہ اہستہ اہستہ چلتے ہوئے زینب کے پاس ایا اسے دونوں کندھوں

سے تھام کر صوفے پہ بٹھایا اور وہ اس کے ہاتھ سے بک لی اور خود بھی

اس کے برابر بیٹھ گیا

میں جانتا ہوں میری بہن مجھ سے بہت پیار کرتی ہے 10 بار تو کیا میں سو بار بھی یہ کمرہ تہس نہس کروں تو صاف کرنے میں ہچکچائے گی نہیں ۔نوک جھوک تو بہن بھائیوں کا پیار اور رشتے کا حصہ ہوتی ہے

بس ایک بات یاد رکھنا میں نے تمہاری ہر خواہش انکھ بند کر کے پوری کی ہے تم بھی میری عزت کا مان رکھنا اگے بھی تمہاری ہر خواہش پوری کروں گا تمہارے ایک بار کہنے پر میں نے یونیورسٹی میں ایڈمیشن دلوایا ہے ہم مڈل کلاس فیملی سے تعلق رکھنے والے لوگ ہیں۔ ہمیں اپنی عزت بہت پیاری ہوتی ہے پاپا کے بعد یہ گھر امی نے سنبھالا ہے اور اب تم دونوں میری عزت اور میری ذمہ داری ہو جو میں مرتے دم تک نبھاؤں گا امی تمہارے یونیورسٹی جانے کے خلاف تھی پر مجھے اپنی بہن پر

یقین ہے وہ کبھی ایسا کوئی کام نہیں کرے گی جس میں میری عزت پر حرف آئے۔

وہ بہت پیار سے اپنی بہن کو سمجھا رہا تھا۔میرے افس میں گھر میں محلے میں ہماری بہت عزت ہے زینب ایک بار یاد رکھنا زینب اگر میں تمہاری ہر خواہش پوری کر سکتا ہوں تمہاری خوشی کے لیے جان بھی دینے سے دریغ نہیں کروں گا لیکن اگر میں نے ایسی ویسی کوئی بات سنی جس سے میری عزت کو خطرہ ہو تو میں جان بھی لے سکتا ہوں۔

زینب سر جھکائے خاموشی سے اپنے بھائی کی باتیں سن رہی تھی۔زید صدیقی اٹھا۔اپنی بہن کے سر پر پیار سے ہاتھ پھیرا اور باہر جانے کے لیے قدم بڑھائے

زینب نے اواز دی بھائی زید نے بنا مڑے گردن گھما کر دیکھا۔اپ کو مجھ
پر کتنا بھروسہ ہے ایک مان سے کیا گیا سوال پر امید انکھیں
اپنے اپ سے بھی زیادہ میری گڑیا اور وہ اسکا مان رکھ گیا تھا۔تو پھر میرا
وعدہ ہے اپ کا یہ مان ہمیشہ قائم رہے گا۔ایک مان جو رکھا جا رہا تھا ایک
یقین جو دلایا جا رہا تھا مگر کون جانے وقت کیسا آئے بد قسمتی دروازے پر
کھڑی اس غلطی کا انتظار کر رہی ہے جو سرزد ہو اور کب وہ گھر کے اندر
ائے اور سب کچھ تباہ کر دے۔زین نے اپنی بہن کو اپنے اور اس کے
یقین کا مسکراہٹ سے جواب دیا۔.........

....

24 سالہ زید صدیقی ایک مڈل کلاس فیملی سے تعلق رکھنے والا ایک محنتی اور سنجیدہ مزاج لڑکا ہے جو اپنی ذمہ داریوں کو بخوبی سمجھتا ہے اپنے والد کے انتقال کے بعد گھر کا واحد سہارا ہے باپ کی موت نے اسے اتنی کام عمر میں ذمہ دار اور وقت سے پہلے ہی سمجھدار بنا دیا تھا باہر سے سخت اور کم گو ہے مگر اندر سے بہت ہی پیار کرنے والا اور حساس انسان ہے شدت پسند اور غصے کا بہت تیز ہے زندگی کی تلخیوں کے باوجود اپنی بہن اور ماں کے لیے ہنستا مسکراتا رہتا ہے

زینب زید کی چھوٹی بہن جس کی عمر 19 سال ہے بھائی سے بہت محبت کرتی ہے پڑھائی میں بہت اچھی ہے اور اسکالرشپ حاصل کرنے کا خواب دیکھ رہی ہے اپنی ماں کا بھی بہت خیال رکھتی ہے گھر کے کاموں میں بھی ان کے ساتھ ہاتھ بٹاتی ہے

فرخندہ بیگم زید اور زینب کی ماں ایک بہادر اور صابر خاتون ہیں جس نے شوہر کے انتقال کے بعد اپنی اولاد کو ماں اور باپ دونوں بن کر پالا ہے صدیقی صاحب سے ان کی شادی ارینج میرج ہوئی تھی وہ اپنے شوہر سے بہت محبت کرتی تھی اور کرتی ہیں بس زندگی نے دونوں کا ساتھ اتنا ہی لکھا تھا وہ کبھی کبھار زید کو سمجھاتی ہیں کہ وہ اپنی خوشیوں کے بارے میں بھی سوچے مگر وہ جانتی ہیں کہ وہ بہت زیادہ حساس ہے کبھی کبھار شوہر کی یاد میں انکھیں نم ہو جاتی ہیں مگر بچوں کے سامنے خود کو مضبوط رکھتی ہیں ائمہ ملک جو صدیقی صاحب کے دوست کی بیٹی ہے وہ بہت ذہین اور بہت اچھی زینب کی دوست ہے پورے اعتماد اور حساس لڑکی ہے شاعری کا شوق رکھتی ہے زینب کے بھائی زید کو پسند کرتی ہے مگر

کبھی اس سے ذکر نہیں کیا گھر میں سب سے لاڈلی ہے دونوں کی دوستی اتنی گہری ہے کہ ایک دوسرے کے بنا نہیں رہتی وہ دونوں ایک دوسرے سے ہر چھوٹی بڑی بات شیئر کرتی ہیں ائمہ خاص طور پر زید میں دلچسپی لیتی ہے اس موزوں کو پسند کرتی ہے

ائمہ اور زینب کو یونیورسٹی جاتے ہوئے ایک مہینہ ہو گیا تھا زینب اتنی خوبصورت اور سادہ تھی ہر وقت کندھوں پر دوپٹہ پھیلائے اور سر پر سکاف باندھے رکھتی تھی جبکہ ائمہ کانفیڈنٹ اور نمایاں لڑکی ہے ہر ایک سے بات کر لیتی ہے مگر اپنی حدود میں رہ کر

زینب صدیقی اپنے سنجیدگی، سادگی، معصومیت اور خوبصورتی کی وجہ سے ایک بہت ہی نمایاں شخصیت کی حامل ہے اس کی سنجیدگی اور نظر جھکا کر بات کرنا اپنے کام سے کام رکھنا یونیورسٹی کے کچھ لڑکوں کے لیے چیلنج بن گیا تھا کیونکہ وہ اس کے ساتھ دوستی کرنا چاہتے تھے اس کو متاثر کرنا چاہتے تھے مگر زینب کسی کو خاطر میں نہ لاتی تھی وہ اپنی حد میں رہنے والی لڑکی تھی

اج سنڈے تھا اس لیے زید کو بھی افس سے چھٹی تھی وہ بنا ناشتہ کیے جاگنگ کے لیے باہر نکل گیا زینب نے صبح صبح گھر کی صاف صفائی کی ناشتہ بنایا خود کھایا اور ماں کو بھی کھلایا جب زید واپس ایا تو اس سے ناشتہ

بنا کر دیا سنڈے والے دن کسی ایک کی فرمائش پر گھر میں اسپیشل ڈش بنائی جاتی تھی خوب انجوائے کیا جاتا تھا

ایک سنڈے کی صبح، اَیُمہ زینب کے گھر آئی۔ وہ دونوں اکثر اتوار کو مل کر وقت گزارتیں، لیکن آج کچھ مختلف تھا۔ اَیُمہ کا دل مچل رہا تھا کیونکہ وہ زینب کے بھائی، زید کو دل سے پسند کرتی تھی، اور یہ بات زینب کو بھی بخوبی معلوم تھی۔ زینب نے ہمیشہ اس بات کو مذاق کے انداز میں لیا تھا، لیکن اَیُمہ کے دل میں یہ ایک سنجیدہ بات تھی۔

زینب اور اَیُمہ دونوں گپ شپ کر رہی تھیں کہ زید کچن سے نکلا۔ جیسے ہی اَیُمہ کی نظر زید پر پڑی، اس کا دل دھڑکنے لگا۔ زید نے ان کی طرف

مسکرا کر دیکھا اور کہا، "کیا چل رہا ہے؟" اَیُمہ کے چہرے پر لالی آگئی اور وہ جلدی سے اپنی نظریں چرا گئی اس کا دل بہت تیزی سے دھڑکنے لگا

زینب نے یہ سب دیکھا اور مسکرا کر کہا، "یہ کیا ہو رہا ہے میڈم۔۔ گال کیوں اتنے لال ہو رہے ہیں

اَیُمہ فوراً بولی، "نہیں نہیں، ایسی بات نہیں ہے۔" لیکن اس کے چہرے پر واضح تھا کہ وہ کچھ چھپانے کی کوشش کر رہی ہے۔

زینب نے چمک کر کہا، "مجھ سے کچھ نہیں چھپ سکتا، بتاؤ، کیا زید بھائی کو سچ میں پیار کرتی ہو؟" اَیُمہ نے ہنستے ہوئے کہا، "نہیں، بس یوں ہی کچھ نہیں، کوئی بات نہیں۔" لیکن اس کی نظریں زید پر تھوڑی دیر کے

لیے ٹک گئیں۔ جو سامنے ہی کچن میں کچھ بنا رہا تھا "تم اگر سچ میں کچھ کہنا چاہتی ہو تو بتا دو، میں تمہاری مدد کر سکتی ہوں۔" آئمہ کی نظریں ایک لمحے کے لیے زید کی طرف اُٹھیں اور پھر وہ بیزار ہو کر مسکرا دی۔

تم مدد کرو گی تو کیا وہ مان جائے گا سڑو۔اس کی نظریں اب بھی زید پر تھیں

ہاں میں کہوں گی تو مان جائیں گے اس نے پر اعتماد ہو کر کہا۔

دن بھر کی چھوٹی چھوٹی نوک جھوک اور ہنسی مذاق کے دوران، آئمہ اور زینب کے درمیان ایک خاص رشتہ مزید مضبوط ہو گیا تھا

سنڈے کے اگلے دن روٹین کے مطابق زیادہ افس جاتے ہوئے اس کو یونیورسٹی چھوڑ گیا مگر واپس وہ خداتی تھی ائمہ کے ساتھ ان تینوں کی زندگی جنت جیسی تھی یہ تینوں ایک دوسرے کے لیے جیتے تھے خوش رہتے تھے پر کون جانے کون سی خوشیاں کب تک

ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

آج یونیورسٹی کے کچھ لڑکے لڑکیوں کے آوارہ گروپ میں گپ شپ چل رہی تھی

یار عمر کل تیرا برتھڈے ہے نا

ہاں یار

"تو یار، میں سوچ رہا تھا کہ اس دفعہ اپنی برتھ ڈے پر کچھ مختلف کروں، تم لوگ پارٹی رکھو، لیکن پوچھنا یہ ہے کہ تم سب کو بلاؤں یا کچھ خاص لوگوں کو؟"

"اوہ،اس بار کیا سوچا ہے؟اور کس کو بلاؤ گے؟"

ہما نے پلان پوچھا

"پہلے میں نے سوچا تھا بس اپنے قریب ترین دوستوں کو بلاؤں، لیکن اب سوچ رہا ہوں کہ اگر سب ہی آئیں تو زیادہ مزہ آئے گا

عمر نے دائیں آنکھ دبا کر دور بیٹھی زینب کی طرف اشارہ کیا؟ پھر بھی، تم لوگ بتاؤ کیا خیال ہے

اس نے سب کی رائے مانگی کیونکہ وہ بھی زینب میں انٹرسٹڈ تھا

"!ہاں، بس ہمیں بھی بتادو اگر پارٹی رکھی تو، ہم سب کو بھی بلانا ہو گا"

:

بالکل، اگر پارٹی ہوئی تو تم سب کو بلاؤں گا"

وہ انسان میری پارٹی کا چیف گیسٹ ہو گا جو میرا یہ چیلنج پورا کرے گا

۔اسے میری پارٹی میں لانے کیلیۓ راضی کرنا ہو گا

اس نے زینب کی طرف اشارہ کیا

کوئی خاص وجہ گروپ کے ایک اور لڑکے وصی نے تائید چاہی

ہاں وجہ تو ہے۔۔۔۔ عمر خوبصورت لڑکیوں سے دوستی کو پسند کرتا تھا وہ ایک امیر باپ کی بگڑی اولاد تھا۔زینب کسی کو خاطر میں نہ لاتی تھی اس لیے عمر کیلیۓ چیلنج بن گئ تھی

وجہ تو وہیں بتاؤں گا فلحال مجھے یہ میری پارٹی میں چاہئیے۔

یہ کون سا مشکل کام ہے میں کروں گی یہ سب ہمانے چیلنج قبول کرتے ہوئے کہا۔

وہ عمر کو پسند کرتی تھی اس لیے اس کیلئے کچھ بھی کر سکتی تھی۔۔۔۔

ہائے زینب کیسی ہو!

جو ابھی ابھی عمر کا چیلنج قبول کر کے ائے تھے اب زینب کے سامنے بیٹھی تھی تاکہ اسے کسی بھی طرح پارٹی میں جانے کے لیے منا سکے۔

زینب ایک اسائنمنٹ کے لیے کینٹن میں کتاب کھولے بیٹھی تھی اور پڑھ رہی تھی۔ ہما کو دیکھ کر پہلے تو چونکی۔ کیونکہ ہما بنا کسی کام کے بنا کسی مطلب کہ ان کے پاس اتی نہیں تھی

میں ٹھیک ہوں تم کیسی ہو! زینب نے مروتا پوچھا۔ میں بھی ٹھیک۔

کیا بات ہے اج تمہاری دوست نہیں ائی

نہیں زینب نے کتاب سے نظریں ہٹائے بنا جواب دیا۔ ہما کے لیے زینب کو منانا اور بھی اسان ہو گیا

کیونکہ ائمہ اگر یہاں ہوتی تو یہ کام مشکل تھا وہ ان کی چالاکیوں اور ارادہ سے واقف ہوتی جن سے زینب بے خبر تھی

کل میری پارٹی ہے برتھ ڈے پارٹی میرے گھر پر کیا تم اؤ گی ؟ کچھ دیر کے لیے۔

زینب نے عمر کی جگہ اپنی برتھ ڈے پارٹی کا بتایا کیونکہ اگر وہ عمر کی برتھ ڈے پارٹی کا بتاتی تو شاید عمر کی برتھ ڈے پارٹی پر زینب کبھی بھی نہ جاتی اس لیے ہما کو اپنی برتھ ڈے پارٹی کا جھوٹ بول کر اسے منانا اسان لگا۔

نہیں ! زینب کی طرف سے صاف جواب ایا تھا

کیوں ؟ سوال کیا گیا

دیکھو تم جانتی ہو میں ایک سیدھی اور سادی سی لڑکی ہوں اور مجھے پارٹیز میں جانے کا کوئی شوق نہیں ہے اور میرے گھر والے یہ سب پسند نہیں کرتے زینب نے نہ جانے کی وجہ بتائی۔

دیکھو زینب ایسا ویسا وہاں کچھ نہیں ہو گا بہت ہی مذہب طریقے سے پارٹی منائی جائے گی سب دوست کلاس فیلوز ہوں گے تم نہیں ہو گی تو مجھے اچھا نہیں لگے گا۔

ہمانے اسے منانے کی ایک اور کوشش کی۔

لیکن ہما میں اس طرح کے ماحول میں خود کو کمفرٹیبل محسوس نہیں کرتی میں ایسی ویسی فضول محفلوں میں اپنا وقت ضائع نہیں کرتی۔ اور مجھے سب یہ فضول خرافات پسند نہیں ہیں۔ زینب نے صاف لفظوں میں انکار کیا تھا۔

تو میں کیا سمجھوں کہ تم مجھے اپنا کلاس فیلو نہیں سمجھتی اپنا دوست نہیں سمجھتی کیا تمہیں مجھ پہ بھروسہ نہیں ہے اگر اج ائمہ میری جگہ یہاں

ہوتی تو کیا تم پھر بھی انکار کرتی ؟۔ ہما نے زینب کو جذباتی دباؤ لینے کی کوشش کی

زینب نے حیرت سے اسے دیکھا۔ اوکے سوچو گی پھر مصنوعی مسکراہٹ چہرے پر سجا کر کہا۔ تھینک یو سو مچ زینب ہما نے پر جوش انداز میں اٹھتے ہوئے کہا۔ ہما زینب سے شکریہ ادا کرتے ہوئے وہاں سے چلی گئی

زینب نے ایک گہری سانس خارج کی اور سر جھٹک کر کتاب پڑھنے لگی۔

گھر اکر زینب نے ائمہ کو کال کرکے بتانے کلا سوچا لیکن پھر سوچا کہ وہ کون سا پارٹی پہ جارہی ہے اس نے تو صرف ہما کو ٹالا تھا۔

اگلے دن یونیورسٹی پہنچ کر اسے ائمہ کا میسج موصول ہوا

کہ اج بھی یونیورسٹی نہیں ائے گی اسے کسی کام سے پاپا کے ساتھ شہر

سے باہر جانا پڑ رہا ہے۔

یونیورسٹی سے چھٹی سے ایک گھنٹہ پہلے ہی ہما زینب کے پاس ائی اور اسے

زبردستی اپنے ساتھ پارٹی میں لے گئی اور اس سے وعدہ کیا کہ

یونیورسٹی کی چھٹی سے پہلے ہی وہ اسے یہاں چھوڑ جائے گی صرف

تھوڑی دیر کے لیے ہی تو جانا ہے

زینب وہاں چلی تو گئی تھی مگر اس کا دل بہت گھبرا رہا تھا

راستے میں ہما نے اس سے معذرت کی کہ پارٹی اس کی نہیں عمر کی ہے

وہ اس کی دوست ہے وہ سب کو بلانا چاہتا تھا اس لیے اس نے زینب کو

بھی انوائٹ کیا تھا

عمر کے گھر پر پارٹی کا ماحول، لاؤڈ میوزک بج رہا تھا، رنگ برنگی لائٹس، کچھ لوگ ڈانس کر رہے تھے اور، کچھ کونے میں بیٹھ کر باتوں میں مصروف تھے

ہما (مسکراتے ہوئے): یار عمر، ماننا پڑے گا، پارٹی لاجواب ہے! خاص طور پر یہ میوزک، مزہ آرہا ہے۔

عمر: اور یہ تو بس شروعات ہے، ابھی تو رات جوان ہے! اس نے شرارت سے دائیں انکھ دبائی۔

کاشف (ذرا پریشان ہو کر): یار، مجھے تو لگ رہا تھا کہ کچھ چِل پارٹی ہو گی، مگر یہاں تو فُل آن سونگ پارٹی چل رہی ہے، سب ہی ڈانس میں لگے ہیں!

ہما: ارے، بس انجوائے کرو، ایسی پارٹیز روز روز نہیں ہوتیں!

دیکھو عمر میں اپنے کیے گئے وعدے کے مطابق زینب کو یہاں لے ائی ہوں میں نے اپنا چیلنج پورا کیا

یو ار دی گریٹ ہما۔! تھینک یو سو مچ۔

وہ شکریہ ہما کو ادا کر رہا تھا مگر فاتحانہ نظروں سے زینب کو دیکھ رہا تھا۔ جو سر جھکائے نا جانے کن سوچوں میں گم تھی۔

اور ہما یک ٹک عمر کو دیکھ رہی تھی

عمر ایک امیر اور پر کشش شخصیت رکھنے والا لڑکا تھا، جو ہر موقع پر اسٹائلش اور برانڈڈ کپڑوں میں نظر آتا تھا آج اس کی برتھ ڈے پارٹی ہے، اور اس نے اپنے لک کو خاص اور اٹریکٹیو بنانے کے لیے بہترین ڈریسنگ کا انتخاب کیا تھا

بلیک کلر کی فٹنگ ڈریس شرٹ — جس کی سلیوز تھوڑی فولڈ کی ہوئی تھیں

نیوی بلیو یا چارکول گرے بلیزر — جو برانڈڈ اور نفیس سلائی والا ہے، اس کی پرسنیلٹی کو مزید شاندار بنا رہا تھا

بلیک کلر کی برانڈڈ سلیم فٹ پینٹ — جو اس کے لک کو مزید گریس فل بنا رہی تھی۔ برانڈڈ سنیکرز، جو اس کی امیری اور کلاس کو نمایاں کرتے ہیں

رولیکس کی گھڑی — جس کی چمک سب کی نظریں کھینچ رہی تھیں

سونے کی ہلکی باریک چین۔ جو کے شرٹ کے گلے کے نیچے سے جھلک رہی ہے۔

چہرے پر ہلکی سی ویل مینٹینڈ داڑھی تا کہ اس کی پرسنیلٹی مزید پُرکشش لگے

سلِک بیک انڈر کٹ ہیر سٹائ جو ایک ماڈرن اور امیر لک کو مزید اسٹائلش بنا رہا تھا

بالوں میں ہلکا ویکس یا ہیئر اسپرے کیا گیا تھا تا کہ پورا ایونٹ اس کا اسٹائل برقرار رہے۔

زینب کونے میں بڑی ایک چیئر پہ بیٹھ گئ اس نے بلیک شلوار سوٹ پہنا تھا جس پہ ہلکا گولڈن کڑھائی کا کام تھا اور بلیک ہی دوپٹا زیب تن کیا تھا

۔ساتھ گولڈن لائنگ والا بلیک ہی سکارف باندھ رکھا تھا۔چہرہ میک اپ سے عاری تھا وہ سادگی میں بھی کمال لگ رہی تھی۔اسے نہیں پتہ تھا کہ پارٹی ایسی ہو گی اس کا دل گھبرانے لگا اتنے زیادہ لڑکے اور لڑکیوں کی بولڈ ڈریسنگ اور یہ ڈانس زینب نے تو کبھی یہ سب دیکھا ہی نہیں تھا وہ دعا کرنے لگی کہ جلد از جلد یہاں سے وہ کسی طرح چلی جائے اس ماحول سے وہ گھبرا رہی تھی

ہیلو زینب! یہاں کیوں بیٹھی ہو اؤ ہمارے ساتھ مل کر انجوائے کرتے ہیں. اتنی سنجیدہ کیوں بیٹھی ہو مجھے ایسا کیوں لگ رہا ہے کہ جیسے یہاں تمھیں زبردستی لایا گیا ہے عمر نے ہنستے ہوئے کہا

زینب سنجیدگی سے گویا ہوئی

"ہاں، اور شاید آنا ہی نہیں چاہیے تھا۔ یہ سب میرے لیے نہیں

ہے۔"

عمر شرارت سے ہنستے ہوئے

"اچھا؟ تو پھر آئی کیوں؟ کہیں میرے لیے تو نہیں"

زینب غصے سے عمر کو گھورتی ہے، لیکن عمر اپنی باتوں سے باز نہیں آتا۔ وہ اس کا ہاتھ پکڑنے کی کوشش کرتا ہے۔ کم ان لٹس ڈانس

اس طرح کسی انجان لڑکے کا ہاتھ پکڑنا زینب کی جان ہی تو نکال گیا تھا

اس کی انکھیں پانی سے بھر گئ تھیں۔نہ جانے زینب میں اتنی ہمت

کہاں سے ائ کہ اس نے ایک تھپڑ عمر کے منہ پہ جڑ دیا

"تمہیں شرم آنی چاہیے، ہر لڑکی کو اپنی تفرتح کا ذریعہ مت سمجھو! میں

یہاں ہما کی وجہ سے آئی تھی، تمہاری فضول حرکتیں برداشت کرنے

نہیں!"

(زینب غصے میں وہاں سے چلی جاتی ہے،اور سب حیرت سے عمر کو

دیکھتے ہیں، جو اپنا جلا ہوا گال پکڑے خاموش کھڑا تھا

زینب کے تھپڑ کے بعد پارٹی کا ماحول بدل چکا تھا۔ سب لوگ حیرت سے عمر کو دیکھ رہے تھے، اور زینب غصے میں وہاں سے جا چکی تھی۔ عمر کے چہرے پر شرمندگی، غصہ، اور انا کی چوٹ واضح تھی۔ وہ اپنی مٹھی سختی سے بند کر لیتا ہے اور تیزی سے اپنے کمرے میں چلا جاتا ہے

کمرے میں غصے سے ادھر ادھر ٹہلنے لگا

زینب! تم نے سب کے سامنے مجھے تھپڑ مارا؟ مجھے ذلیل کر دیا؟ اب "
" ! دیکھنا، میں تمہیں کیسے سبق سکھاتا ہوں

وہ غصے میں دیوار پر زور سے مکا مارتا ہے۔اس کے دماغ میں زینب کی تضحیک آمیز نظریں اور پارٹی میں موجود سب لوگوں کی حیرت زدہ شکلیں گھوم رہی تھیں۔ عمر جو ہمیشہ ہر لڑکی کو اپنی مرضی کے مطابق قابو کرنے میں کامیاب ہوتا تھا، آج پہلی بار کسی نے اس کے غرور کو چکنا چور کر دیا تھا

وصی کمرے میں آتا ہے

یار، چھوڑو نا، بس بھول جاؤ، زینب کو ویسے بھی اس قسم کی چیزیں پسند "نہیں ہیں۔ تمہیں بھی نہیں کرنا چاہیے تھا۔"

عمر غصے میں

"بھول جاؤں ؟اس نے سب کے سامنے مجھے بے عزت کر دیا اور تم کہہ رہے ہو بھول جاؤں ؟ نہیں کاشف، میں ایسا ہونے نہیں دوں گا۔ زینب کو اپنی غلطی کا احساس ضرور ہو گا، اور میں اسے ایسی سزا دوں گا کہ وہ ساری زندگی یاد رکھے گی!"

کاشف (حیران ہو کر):

"عمر! تم کیا کرنے کی سوچ رہے ہو؟"

عمر (مسکراتے ہوئے، مگر آنکھوں میں بدلے کی چمک لیے

"ابھی تو کچھ نہیں، مگر جو ہو گا، وہ زینب کبھی بھول نہیں پائے گی!"

عمر کے ذہن میں انتقام کی آگ جل رہی تھی، اور وہ زینب کو نیچا دکھانے کے لیے ایک خطرناک منصوبہ بنانے لگتا ہے...

ابھی یونیورسٹی کی چھٹے ہوئے ادھا گھنٹہ اوپر گزر چکا تھا زینب جیسے تیسے کر کے گھر پہنچی۔

زینب کو دیکھتے ہیں اس کی ماں گلے لگ گئی اور پریشانی سے پوچھنے لگی کہاں تھی تم زینب؟ کال بھی اٹینڈ نہیں کر رہی تھی زید کو بتانا چاہا بھی سوچا پریشان ہو جائے گا زینب نے بڑی مشکل سے خود کو نارمل کیا۔

کچھ نہیں ہمیں بس ٹریفک میں تھوڑی لیٹ ہو گئی ائمہ بھی اج نہیں ائی اس لیے مجھے بس کے ذریعے انا پڑا

بھائی افس میں تھے اس لیے انہوں نے کال کرنا مناسب نہیں سمجھا خود ہی اگئ۔اس لیے تھوڑی لیٹ ہو گئی سب ٹھیک ہے نہ جانے وہ ماں کو تسلی دے رہی تھی یا خود کو

کیونکہ جس طرح اس نے عمر کو تھپڑ مارا تھا نہ جانے اب وہ کیا کرے گا اس نے پہلے سوچا بھائی کو بتا دے گی مگر یہ سوچ کر چپ رہی کہ بھائی کا اعتماد کو ٹھیس نہ پہنچے۔

زینب دو دن بخار میں تپتی رہی اور وہ یونیورسٹی نہیں گئی

اس کے یونیورسٹی نہ انے پر ائمہ اگلے ہی دن اس کے گھر ائی۔اس نے کمرے کا دروازہ بند کیا اور ائمہ کے گلے لگ کے رونے لگی اور ساری بات اس کے گوش و گزار کر دی

زینب کم سے کم تم مجھے تو بتاتی۔ چلو خیر چھوڑو اچھا ہوا تم نے عمر کو تھپڑ مارا وہ تھا ہی اسی لائق۔

لیکن ائمہ حیران تھے کہ یونیورسٹی میں تو ایسی کوئی بات نہیں ہے اور نہ ہی یونیورسٹی میں کسی نے اس بات کا ذکر کیا کیونکہ ائمہ دو دن سے یونیورسٹی جا رہی تھی سب کچھ نارمل چل رہا تھا۔ اس نے یہ بات زینب کو بھی بتائی زینب کے دل کو تھوڑی تسلی ہوئی۔

انہوں نے سوچا شاید عمر کو اپنی غلطی کا احساس ہو گیا ہو گا

مگر آنے والا وقت زینب کے لیے بہت بڑا طوفان لے کر آنے والا تھا

زینب گڑیا کیا بات ہے دو دن سے پریشان لگ رہی ہو طبیعت بھی ٹھیک نہیں تھی تمہاری کوئی بات ہے ؟ زید نے فکر مندی سے بہن سے پوچھا !

زینب کو بھائی کا اپنی فکر کرنا اچھا لگا تھا وہ ہمیشہ ایسے ہی فکر کرتا تھا اس کی

نہیں بھائی ایسی کوئی بات نہیں ہے اپ پریشان نہ ہوں جب تک زینب کا بھائی ہے زینب کو کوئی پریشانی نہیں ہو سکتی۔ زید کے گال میں ڈمپل پڑے تھے اور اس نے مسکرا کر بہن کو گلے لگایا ہے

دروازے میں کھڑی ماں نے دونوں بہن بھائیوں کو اس طرح خوش دیکھ کر دل سے دعا دی تھی۔

اچھاماں ہم چلتے ہیں دونوں بہن بھائی ماں کو خدا حافظ کہہ کر گھر سے نکلے

ایک یونیورسٹی کے لیے اور دوسرا افس کے لیے

____

زینب یونیورسٹی پہنچی تو وہاں سب نارمل تھا۔ ہما یونیورسٹی ائی نہیں تھی

عمر اپنے گروپ کے ساتھ بیٹھا چہ مگوئیوں میں مصروف تھا۔ وہ ایسے شو

کر رہا تھا کہ جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو

زینب پر سکون ہو کر بیٹھ گئی

اگلے دن

زینب اور رائمہ کینٹین میں بیٹھی باتیں کر رہی تھیں۔

زینب دو دن بعد تمہارا برتھ ڈے ہے نا۔اور ابھی تک تم نے مجھے انوائٹ نہیں کیا تمہیں پتہ ہے تمہارے گھر کے تین ممبر کے علاوہ تمہاری یہ اسپیشل دوست بھی ہوتی ہے تمہارے ساتھ۔ائمہ نے مصنوعی ایکٹنگ کرتے ہوئے کہا

جب تم جانتی ہو کہ تمہارے بغیر میری برتھ ڈے نہیں گزرتا تو تمہیں بلانے کی کیا ضرورت تم خد آسکتی ہو زینب نے مصنوعی غصے سے کہا۔

نہیں اس دفعہ تم مجھے سپیشل انویٹیشن دو گی

ائمہ نے نخرے سے کہا

اچھا جی ! کس قسم کا اسپیشل انویٹیشن چاہیے اپ کو میڈم ؟

سپیشل قسم کا۔ائمہ نے سپیشل لفظ کو کھینچ کے بولا

اوکے دو منٹ۔ زینب یہ بول کر نوٹ بک پر کچھ لکھنے لگی۔

اور پیج کو نوٹ بک سے الگ کر کے اسے اچھے طریقے سے طے کر کے

ائمہ کے سامنے کیا۔

اس نے ابرو چکا کر پوچھا! یہ کیا ہے؟

زینب:

"! کھولو نا، دیکھو تو سہی"

آئمہ فولڈ ہوا پیج کھولتی ہے، جس میں لکھا ہوتا ہے

مادام دوست

آپ کے بغیر پارٹی کا تصور بھی ناممکن ہے، اس لیے میں آپ کو دل کی گہرائیوں سے دعوت دیتی ہوں کہ آپ دو دن بعد میری برتھ ڈے پارٹی میں اپنی رونق سے چار چاند لگائیں۔

پلیز آئیں گی نا؟ ورنہ میں رو دوں گی!

آپ کی نالائق مگر سچی دوست زینب

ائمہ (کارڈ پڑھ کر ہنسنے لگی، آنکھوں میں چمک آ گئی

"ہاہاہا! زینب، تم تو حد سے زیادہ ڈرامے باز ہو! میں نا آئی تو تم رو دو گی؟ کیا واقعی؟"

زینب مصنوعی اداسی سے

ہاں بالکل! اگر تم نہیں آئیں گی تو میں سب کے سامنے روتی ہوئی نظر"

"! آؤں گی، اور یہ تمہاری ذمہ داری ہو گی

ائمہ قہقہہ لگاتے ہوئے

بس بس! میں مان گئی، میں ضرور آؤں گی! اتنی اسپیشل دعوت کو کون"

"منع کر سکتا ہے؟

یار ہمذاق کر رہی تھی اس نے کاغذ کو جرمراسا کر کر پھینک دیا

زینب خوشی سے

! یہ ہوئی نا بات"

ائمہ زینب کو گلے لگالیتی ہے، اور دونوں بہت خوش تھیں

اور دور کہیں سے دو نفرت بھری آنکھیں انہیں کب سے دیکھ رہی

تھیں۔

دو دن بعد

صبح 9 بجے زید زینب کو برتھڈے وش کرتا ہے زید مسکراتے ہوئے

ہیپی برتھ ڈے میری پیاری گڑیا"

آج زینب نے یونیورسٹی سے چھٹی لی تھی وہ ماں کے ساتھ کچن میں ناشتہ

بنا رہی تھی۔ماں اسے صبح ہی وش کر چکی تھی اور بہت ساری دعائیں دی

تھیں

زینب حیرت اور خوشی سے

"اوہ مائی گاڈ! بھائی! آپ کو یاد تھا؟"

ذید شرارت سے اس کے سر پر چت لگاتا ہے

"ارے پاگل لڑکی! بہن کی برتھ ڈے بھلا کوئی بھائی کیسے بھول سکتا ہے؟"

زینب خوشی اور فخر سے بھائی کی طرف دیکھتی ہے جو بلیو جینز اور ٹی شرٹ میں سلیقے سے بالوں کو سیٹ کیے بہت ہی گریس فل لگ رہا تھا چھ فٹ کا قد آور گالوں میں پڑتے ڈمپل اس کی پرسنالٹی کو مزید پرکشش بناتے تھے

ظاہر ہے، میرے بغیر تمہاری زندگی نامکمل ہے نا!"زید شرارت سے"

بولا

"!ہاں، جیسے آپ میرے بغیر ایک دن بھی نہیں رہ سکتے"

یہ سچ ہے زینب میں سچ میں تمھارے اور امی کے بنا نہیں رہ سکتا زندگی ہو

تم دونوں میری اس نے سنجیدگی سے کہا۔

اور پھر نارمل انداز میں زینب کا چہرہ دونوں ہاتھوں میں بھر کر کہا

"!شام کو میں تمہیں تمہاری برتھ ڈے کا سب سے خاص تحفہ دوں گا

زینب آنکھوں میں چمک لیے

"!واقعی؟ کیا ہے؟ بتائیں نا"

نو نو نو! سرپرائز کا مزہ تبھی ہے جب وہ سرپرائز ہی رہے"

زینب (معصومیت سے):

اچھا ٹھیک ہے، لیکن شام کو جلدی لائیں، مجھ سے انتظار نہیں ہو گا"

ذید

وعدہ رہا، میری بہن! تمہاری خوشی سے بڑھ کر میرے لیے کچھ نہیں!"

میں بھی ایک سرپرائز دوں گی اپ کو اپ وعدہ کریں اپ میری بات مانیں گے! زینب نے وعدے کے لیے ہاتھ اگے کیا۔

اوکے میری گڑیا جو تم کہو اس نے اس کے ہاتھ پہ ہاتھ رکھا اور وعدہ پورا کرنے کا وعدہ کیا ہے۔

زینب خوشی اپنے بھائی کے گلے لگ گئی

یہ وہ پل تھے جو زندگی نے قید کر لیے تھے یہ وہ خوشی تھی جو اخری تھی۔ کچھ خوشیاں کچھ اخری ہوتے ہیں جو دوبارہ زندگی میں نہیں آتیں..........

زید کے گھر سے جاتے ہی زینب نے ماں کو بی پی کی دوائی کھلائی۔ اور نہیں آرام کرنے کیلیئے لیٹا یا۔

اور جلدی جلدی گھر کے کام نپٹانے لگی۔ آئمہ بھی آنے والی تھی اسے

ائمہ کے ساتھ مل کر برتھڈے کیلئے ڈریس سلیکٹ کرنا تھا اس کیلئے یہ

برتھڈے سپیشل تھا آج اسے اپنے بھائی اور ماں سے

آئمہ کیلئے بات کرنی تھی۔ وہ جانتی تھی اس کی ماں اور بھائی اسے کبھی

انکار نہیں کریں گے۔ اس کی جان سے پیاری دوست اس کی بھابھی بن

جائے گی۔

زید جلدی میں تھا، جیسے ہی وہ گھر سے باہر نکلا، اس کا دھیان موبائل پر

تھا۔ وہ کسی ضروری کام سے باہر جارہا تھا، لیکن جیسے ہی اس نے

دروازے کے قریب قدم رکھا، اچانک سامنے آئمہ آگئی۔ دونوں کی

نظریں یکدم ٹکرا گئیں۔ لمحہ بھر کے لیے وقت تھم سا گیا۔

ائمہ بھی حیران رہ گئی، اسے اندازہ نہیں تھا کہ وہ اچانک زید کے سامنے آ جائے گی، وہ جو زینب سے ملنے آئی تھی، اب ایک پل میں زید کے سامنے کھڑی تھی۔ زید نے اپنی نظریں اوپر کیں۔ اس کے چہرے میں "ڈمپل پڑے تھے "اوہ، معذرت، میں دیکھ نہیں پایا کہ تم سامنے ہو۔

ائمہ کے دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں، اس کے لیے یہ لمحہ خاص تھا، کیونکہ یہ پہلی بار تھا جب وہ زید سے اکیلے میں ملی تھی۔ اس نے نروس "ہو کر کہا، "کوئی بات نہیں، میرا ابھی دھیان نہیں تھا۔

زید نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ دروازے سے ایک قدم پیچھے ہٹایا تاکہ آئمہ اندر جا سکے۔ "تم زینب سے ملنے آئی ہو؟" زید نے پوچھا، جیسے وہ رسمی بات کر رہا ہو، لیکن اس کی نظریں کچھ اور ہی کہانی بیان کر رہی تھیں۔

" آئمہ نے اثبات میں سر ہلایا اور بولی، "ہاں، بس وہ

کچھ لمحے خاموشی رہی، جیسے دونوں کے پاس کہنے کو بہت کچھ تھا، مگر الفاظ کم پڑ رہے تھے۔ "اچھا، میں جا رہا ہوں، شاید واپسی پر پھر ملاقات ہو۔"

اآئمہ نے ہلکی سی مسکراہٹ دی اور دروازے کی طرف بڑھ گئی، لیکن جیسے ہی وہ اندر گئی، دل میں ایک انجان سی خوشی محسوس ہوئی۔ شاید یہ پہلی ملاقات تھی، لیکن یہ لمحہ ہمیشہ کے لیے یادگار بن چکا تھا۔

اَئمہ کے اندر جاتے ہی زید چند لمحے وہیں کھڑا رہا۔ اس کے دل میں ایک عجیب سا احساس پیدا ہوا، جیسے کوئی نرم سی خوشبو ہوا میں گھل گئی ہو، جیسے کسی نے اس کے اندر کچھ نیا جگا دیا ہو۔

وہ باہر نکل تو گیا، مگر اس کے قدم خود بخود سست پڑ گئے۔ اس کا ذہن ابھی تک ائمہ کے چہرے پر ٹھہرے اس لمحے کو دہرا رہا تھا——وہ

نظروں کا ٹکراؤ، وہ ہلکی سی نرمی، وہ لمحہ بھر کی جھجک۔ زید نے کبھی غور نہیں کیا تھا، لیکن آج آئمہ کو دیکھ کر دل میں کچھ مختلف محسوس ہوا تھا۔

یہ کیا تھا؟" زید نے خود سے سوال کیا۔"

وہ خود کو جھٹک کر آگے بڑھا، مگر دماغ بار بار پیچھے پلٹ رہا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ ایمہ کی آنکھوں میں کچھ الگ سا تھا—شاید کوئی چھپی ہوئی کہانی، کوئی جذبات کا سمندر، یا شاید... محبت؟

"نہیں، ایسا کچھ نہیں ہے۔ وہ تو زینب کی دوست ہے، ہمیشہ سے آتی جاتی رہی ہے۔ لیکن آج... آج کچھ الگ لگا۔" زید نے اپنے آپ کو سمجھانے کی کوشش کی، مگر دل نہیں مان رہا تھا۔

گاڑی کی چابی گھماتے ہوئے بھی اس کا دھیان منتشر تھا۔ وہ مسکرایا، جیسے خود پر ہنس رہا ہو، اور دل میں ایک عجیب سی بے چینی لے کر آگے بڑھ گیا۔ مگر یہ بے چینی کسی بوجھ کی نہیں، بلکہ کسی خوبصورت احساس کی تھی، جو شاید پہلی بار اس کے دل کے دروازے پر دستک دے رہی تھی۔

آئمہ جیسے ہی گھر کے اندر داخل ہوئے اس نے غور سے گھر کو دیکھا آج پہلی بار وہ اس گھر کو اپنا سمجھ کر دیکھ رہی تھی

گھر چھوٹا مگر بے حد خوبصورت اور پُر سکون جگہ تھی، جو جدید اور روایتی طرزِ تعمیر کا حسین امتزاج تھا۔ یہ چار کمروں پر مشتمل تھا، مگر ہر کمرہ اپنی منفرد سجاوٹ اور گرم جوشی کی وجہ سے خاص محسوس ہوتا تھا۔

اور گھر کا داخلی حصہ

جیسے ہی دروازہ کھلتا، ایک چھوٹا مگر دلکش لابی ایریا آتا تھا اور ایک چھوٹی سی کتابوں کی شیلف رکھی تھی۔ آگے بڑھنے پر ایک وسیع اور آرام دہ

لاؤنج تھا۔ جہاں۔ نیوی بلیو کلر کا صافہ رکھا تھا اور درمیان میں ایک شیشے کی میز رکھی تھی، جس پر ہمیشہ تازہ پھولوں کا گلدستہ موجود ہوتا تھا

آئمہ اہستہ اہستہ چلتے ہوئے زید کے کمرے کے سامنے ائی۔

چار کمروں میں سے ایک زید کا تھا، جو سادگی اور وقار کا نمونہ تھا۔ لکڑی کے فرنیچر، ہلکے رنگوں کی دیواروں اور بڑی کھڑکی نے اسے مزید پُرسکون اور دلکش بنادیا تھا۔

دوسرے کمرے گھر کے دیگر دو افراد کے لیے مخصوص تھے، جنہیں الگ الگ انداز میں سجایا گیا تھا، مگر ہر ایک میں ایک خاص نفاست جھلکتی تھی۔

کچن چھوٹا مگر جدید طرز پر بنا ہوا تھا، جہاں ہر چیز ترتیب سے رکھی گئی تھی۔اس کے ساتھ ہی ایک ڈائننگ ایریا تھا، جہاں ایک نفیس لکڑی کی میز رکھی تھی اور اوپر ایک خوبصورت گلدستہ تھا

یہ گھر اپنی سادگی، نفاست اور پرسکون ماحول کی وجہ سے بے حد خوبصورت تھا، جہاں ہر گوشہ اپنائیت اور محبت سے بھرا ہوا تھا۔

آئمہ زید کے کمرے کے دروازے کے سامنے کھڑی تھی، ہلکی سی مسکراہٹ اس کے چہرے پر تھی۔دروازہ بند تھا، مگر وہ جیسے تصور میں

زید کو وہاں دیکھ رہی تھی۔ اس کے دل میں ایک انجان سی خوشی تھی، ایک عجیب سا سکون۔

اچانک، پیچھے سے زینب دبے پاؤں آئی اور زور سے بولی، "ارے اَیُمہ! بھائی گھر پر نہیں ہے، پھر ان کے دروازے کو یوں تکتے ہوئے کیوں مسکرا رہی ہو؟"

ائمہ یک دم چونک گئی، جیسے کسی نے اس کا کوئی راز پکڑ لیا ہو۔ وہ گھبرا کر پلٹی اور زینب کو دیکھتے ہی ہلکا سا غصے میں بولی، "زینب! تم نے تو مجھے ڈرا ہی دیا۔"

زینب نے شرارت سے آنکھیں گھمائیں، "اوہ ہو! تو مطلب واقعی کچھ چل رہا ہے؟ بس یونہی زید بھائی کے دروازے کے پاس کھڑے ہو کر مسکرا رہی تھیں؟ کوئی خاص خواب دیکھ رہی تھیں؟"

اَیمہ نے فوراً نظریں چرائیں اور دروازے سے پیچھے ہٹ گئی، "ایسی کوئی بات نہیں، بس یوں ہی... میں سوچ میں گم تھی۔"

زینب نے قہقہہ لگایا، "ہاں، اور وہ سوچ زید بھائی کے کمرے کے سامنے ہی آکر رک گئی تھی؟"

اَیُمہ نے ہلکی سی خفگی سے زینب کو دیکھا، ''تم ہمیشہ بلاوجہ چھیڑتی رہتی ہو۔ میں جا رہی ہوں، تمہاری باتوں کا کوئی جواب نہیں۔''

زینب نے اس کا ہاتھ پکڑ کر روکا اور ہنستے ہوئے بولی، ''اچھا اچھا، اب ناراض نہ ہو، لیکن مان لو کہ تمہارے دل میں کچھ تو ہے!''

اَیُمہ نے کچھ کہے بغیر نظریں جھکا لیں، جیسے زینب کی بات میں سچائی ہو۔ اور زینب؟ وہ تو بس اس محبت کی کہانی کے ہر چھوٹے اشارے کو پکڑنے میں ماہر تھی!

اج تمہارا برتھ ڈے ہے تو میں سارا ٹائم تمہارے ساتھ سپینڈ کروں گی

ائمہ نے اس کا ہاتھ پکڑتے ہوئے خوشی سے کہا

تو میرا گفٹ کہاں ہے زینب نے ہاتھ اگے کیا

گفٹ بھی مل جائے گا جناب تھوڑا ویٹ کرو شام تک۔ائمہ نے اس کے آگے آگے چلتے ہوئے کہا۔اب دونوں کچن میں کھڑی کچھ خاص بنانے کا سوچ رہی تھیں۔

زینب بیٹا بس بھی کرو اج تمہارا برتھ ڈے ہے اتنا خاص دن ہے اور تم کام کر رہی ہو تمہارا بھائی انے والا ہو گا۔کیا سوچے گا وہ اج کے دن بھی تم کام کر رہی ہو۔

امی بس یہ تھوڑے سے تو دھونے والے تھے کپڑے بس ختم ہونے والے ہیں میں جا رہی ہوں تیار ہوتی ہوں۔ زینب نے جلدی جلدی ہاتھ چلایا۔

زید آفس سے واپسی پر ایک خوبصورت گفٹ لے کر آ رہا تھا، جو اس نے زینب کے لیے خریدا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ اس کی بہن چھوٹی چھوٹی خوشیوں سے کتنی خوش ہو جاتی ہے، اور اسے سرپرائز دینا زید کو ہمیشہ اچھا لگتا تھا۔

مگر جیسے ہی وہ اپنے محلے کی گلی میں پہنچا، اس نے چند آوارہ لڑکوں کو کھڑے دیکھا۔ وہ آپس میں قہقہے لگا رہے تھے، اور زینب کا نام لے کر فضول باتیں کر رہے تھے۔ زید کے قدم وہیں رک گئے۔

"زینب...؟" اس نے اپنے کان کھڑے کر دیے۔

"یار، وہ زینب نا، کیا بات ہے! کتنی خوبصورت ہے نا اگر وہ میرا گفٹ قبول کر لے تو مزہ آ جائے!" ایک لڑکے نے ہنستے ہوئے کہا۔

ہاہا، لیکن پہلے دیکھو تو سہی، اس کا زید بھائی نہ دیکھ لے دوسرے نے "

طنزیہ کہا۔

عمر کے چہرے پر ایک مکروہ مسکراہٹ تھی۔ اس کے ہاتھ میں ایک

خوبصورت تحفہ تھا، مگر نیت گندی تھی۔ وہ زینب کو سب کے سامنے

ذلیل کرنا چاہتا تھا، اسی لیے آج وہ محلے میں آکر ہر ایک سے پوچھنے لگا،

اس کے ساتھ دو اور لڑکے تھے

زید کا خون کھول اٹھا۔ اس کی مٹھیاں سخت ہو گئیں، آنکھوں میں شدید

غصہ ابھرا، اور وہ سیدھا ان لڑکوں کے پاس جا پہنچا۔

نام لے کر کیا بکواس کر رہے تھے؟" زید کی آواز سرد تھی مگر اس میں خطرے کا اشارہ تھا۔

لڑکے یکدم چپ ہو گئے۔ ایک نے بہانے سے کہا، "ارے بھائی، ہم تو بس ویسے ہی مذاق کر رہے تھے۔"

زید نے ایک قدم آگے بڑھایا اور سخت لہجے میں بولا، "زبان سنبھال کر بات کرو! زینب میری بہن ہے، اور میں اپنی بہن کا نام کسی کی زبان پر برداشت نہیں کرتا۔ مذاق کرنا ہے تو اپنے گھر کی عورتوں کے نام لے کر کرو، سمجھ آئے؟"

عمر نے ہنسی چھپانے کی کوشش کی، "ارے بھائی، غصہ کیوں ہو رہے

ہو، ہم تو بس...!"

زید نے اس کا کالر پکڑ لیا اور غصے سے آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولا،

"تم جیسے لوگ بہنوں کی عزت کو مذاق سمجھتے ہو نا؟ اگر آئندہ زینب کے

بارے میں ایک لفظ بھی نکالا، تو پھر ہڈی پسلی توڑنا بھی آتا ہے مجھے!"

اگر اتنی عزت عزیز ہے اپنی بہن کی تو پہلے اپنی بہن کو سمجھاؤ کہ ہم جیسی

لڑکوں سے دوستی نہ کیا کرے اس نے پہلے ہم سے دوستی کی وہ میری

برتھ ڈے پارٹی پر میرے گھر ائی مجھے لیٹر دیا اور مجھے اپنی برتھ ڈے کے لیے انوائٹ بھی کیا اگر یقین نہیں اتا تو یہ لو

عمر نے غصے سے اپنا کالر چھڑوایا اور تنزیہ انداز میں زید کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کہ اپنے موبائل میں کھینچی گئی زینب کی تصویر اس کے سامنے کی۔ تصویر میں زینب عمر کے ساتھ کھڑی تھی یہ تصویر ض عمر کی برتھ ڈے والے دن اس وقت کھینچی گئی تھی جس وقت عمر زینب کے پاس گیا تھا اس سے بات کرنے کے لیے۔

زید کے چہرے کا رنگ اڑ گیا۔ زید نے غصے سے ان کے ہاتھ میں پکڑا گفٹ زمین پر دے مارا اور گہری سانس لیتے ہوئے کہا، "یہ محلہ ہے، کوئی بازار نہیں، جہاں تم اپنی گھٹیا حرکتیں کر سکو۔ دوبارہ نظر بھی آئے تو اچھا نہیں ہو گا!"

اب یہ تصویر میں سوشل میڈیا پہ ڈالوں گا اور بتاؤں گا کہ یہ میری گرل فرینڈ ہے اور ہاں یہ لو لیٹر جو تمہاری بہن نے مجھے دیا تھا اگر یقین نہیں اتا تو رائٹنگ دیکھ لو اس کا نام دیکھ لو

زید نے غصے سے اس کے ہاتھ سے وہ کاغذ کھینچا۔

وہ سچ میں زینب کی رائٹنگ تھی اور اس کا نام بھی لکھا تھا یہ سب دیکھ کر زید کے پیروں کے نیچے سے زمین ہی کھسک گئی۔

اسے یقین نہیں آرہا تھا

عمر اپنی مکاری میں کامیاب ہو چکا تھا۔ زید کے ہاتھوں بے عزتی ہونے کے باوجود، وہ اپنے طے شدہ پلان کو انجام دے چکا تھا—زینب کا نام محلے میں اچھال کر اسے بدنام کرنے کی کوشش۔ لوگ سرگوشیاں کر رہے تھے، چہروں پر تجسس اور حیرانی تھی، اور عمر اسی ماحول کو پیچھے چھوڑ کر وہاں سے چلا گیا۔

زید کی مٹھیاں ابھی بھی غصے سے بھینچی ہوئی تھیں۔ اس کا دل چاہا کہ عمر کو دوبارہ پکڑ کر زمین پر پٹخ دے، مگر وہ جا چکا تھا، اور زید کے پاس صرف غصہ اور بے بسی بچی تھی۔

اس کے قدم خود بخود گھر کی طرف بڑھ گئے۔راستے میں محلے والوں کی نظریں اس پر جمی ہوئی تھیں۔کچھ چپ تھے، کچھ کے لبوں پر سوال تھے،اور کچھ وہ بھی تھے جو چپکے چپکے باتیں کر رہے تھے۔زید نے کسی کی پروانہ کی اور تیز قدموں سے گھر میں داخل ہو گیا۔

دروازہ بند کرتے ہی اس نے زور سے دیوار پر مکا مارا۔

زینب۔۔۔۔

!وہ حلق کے بل چلایا تھا

!کپڑے دھوتی زینب کے ہاتھ کانپے تھے.جی.جی بھائی

زینب بھاگتی ہوئی بھائی کے پاس ائی زید کی غصے سے سرخ انکھیں دیکھ کر

زینب کے ہاتھ کانپنے لگے کہیں بھائی کو پتہ تو نہیں چل گیا کہ

میں........

یہ سوچ کر اس کی رسی سہی جان بھی نکل گئ

زینب کیا تم کچھ دن پہلے کسی کی برتھ ڈے پارٹی پر گئ تھی؟؟ زینب

خوف اور حیرت سے بھائی کو دیکھنے لگی زینب مجھے ہاں یا نہ میں جواب

چاہیے جان سے عزیز بہن کو ڈرتا دیکھ زید نے اب کی بار اپنا لہجہ نرم

رکھا۔ایک اس اور امید بھری نظروں سے بہن کو دیکھنے لگا کہ کاش نا

کہہ دے۔

بھائی وہ۔۔۔۔۔۔زینب کانپ رہی تھی

زینب نے اثبات میں سر ہلایا۔انکھیں انسوں سے بھر گئی وہ بھی بے یقینی سے بہن کو دیکھنے لگا۔

کیوں؟؟؟؟؟

وہ زور سے چلایا۔اس بار اس نے زینب کا بازو دبوچ کے پوچھا

اور یہ بھی تم نے لکھا ہے؟؟اس نے ایک چار پانچ لائنز پھر لکھا لیٹر اس کے سامنے لہرایا.

اتنا تو میں جانتا ہوں یہ ہینڈ رائٹنگ تمہاری ہے لیکن میں تمہارے منہ سے سننا چاہتا ہوں۔

اندر لیٹی فرخندہ بیگم شور کی اواز سن کر بھاگتی ہوئی باہر آئیں۔زینب کی انکھیں اس لیٹر کو دیکھ کر پھٹی کی پھٹی رہ گئی۔

زید کیا ہوا کیوں اتنے ہی برس رہے ہو بہن پر ماں نے زید کو ڈپٹ کر پوچھا؟؟

امی پلیز مجھے اس سے پوچھنے دے زید نے ہاتھ اٹھا کر ماں کو روکا۔

زینب ہاں یا نہ میں جواب دواب کی بار زید نے اس کا بازو سختی سے دبوچا۔زینب نے خشک ہوتے ہونٹوں پہ زبان پھیری میں کچھ پوچھ رہا ہوں تم سے اب کی بار اتنی زور سے چلایا تھا کہ فرخندہ بیگم نے ڈر کے سینے پہ ہاتھ رکھا تھا۔زید کو کبھی اتنا غصہ نہیں ایا وہ غصے کا تیز تھا مگر اتنا غصہ ضرور کوئی بڑی وجہ ہے۔

زینب۔۔۔!زید ایک بار پھر چلایا

جی بھائی

مگر وہ۔۔۔اس نے اپنی صفائی میں کچھ کہنا چاہا

زید کچھ لمحے بے یقینی سے بہن کو دیکھتا رہا۔

بھائی میری بات تو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

اگلے ہی لمحے ایک زناٹے دار تھپڑ زینب کے گال پہ پڑا تھا زینب منہ کے بل زمین پہ گری تھی میں نے کہا تھا نا میری عزت کا خیال رکھنا جس طرح میں تمہارے لیے جان دے سکتا ہوں اسی طرح لے بھی سکتا ہوں۔

کیوں زینب کیوں کیا تم نے ایسا وہ بے بسی سے بولا۔

واہ وار الڑکے مجھے ثبوت سمیت سب دکھارہے تھے تمہاری تصاویر یہ

لیٹر پر مجھے یقین تھا میری بہن ایسا نہیں کر سکتی اور تم

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔زید نے افسوس سے سر ہلایا

بھائی میری بات سنیں میں نے ایسا ویسا کچھ نہیں کیا زینب نے کھڑے ہو

کر بھائی کو بازو تھامنا چاہا اپنی صفائی پیش کرنا چاہی۔

شٹ اپ اب کی بار یکے بعد دیگرے دو تھپڑ پڑے تھے زینب کے

ہونٹوں سے خون رسنے لگا تھا۔زینب بس کرو ایسا بھی کیا کر دیا میری بچی

نے جو تم اس طرح مار رہے ہو۔ماں نے زید کو بازو تھاما۔ مگر زہد پر اس

وقت خون سوار تھا

بہت نکال لیا تم نے میری عزت کا جنازہ اج محلے والوں کو پتہ چلا ہے کل ساری دنیا کو پتہ چل جائے گا زید صدیقی کی بہن بد کردار ہے

اب زید پنجوں کے بل زینب کے سامنے زمین پر بیٹھا تھا۔ مزید اس میں ہمت نہیں تھی اپنی بہن پر ہاتھ اٹھاتا۔ زینب یہ کیا کیا تم نے میرے پیار کا میرے اعتبار کا یہ صلہ دیا ٹھیک ہے تم وہاں گئی تم نے مجھے پتہ بھی نہیں چلنے دیا۔

مگر تصاویر اور یہ لیٹر اور انہیں یہاں بلانا۔ تمھیے میر اماں کا اپنی عزت کا خیال نہیں آیا۔

جب تم مجھے بنا بتائے کہیں بھی جا سکتی ہو اپنی برتھ ڈے والے دن لڑکوں کو یہاں بلا سکتی ہو تصویر بنوا سکتی ہو ان کے ساتھ تو تم کچھ بھی کر سکتی ہو۔

زینب بے یقینی سے بھائی کو دیکھ رہی تھی اور رو رہی تھی۔اتنے الزامات اتنی بے یقینی

زید نے دونوں ہاتھوں سے سر کو تھاما وہ رونا نہیں چاہتا تھا پر رو رہا تھا۔میں نے کہا تھا زینب میرا یقین مت توڑنا۔مجھے مان ہے تم پر مجھے اعتبار رہے تم پر۔۔۔ گرنے والے انداز میں زمین پر بیٹھ گیا اور رونے لگا

فرخندہ بیگم دل پر ہاتھ رکھے رو رہی تھیں ایک دوسرے پر جان نچھاور کرنے والے بہن بھائی اج اس طرح ایک دوسرے کے سامنے کھڑے

ہیں۔ایک اپنی سچائی کی یقین دہانی کروا رہی ہے اور دوسرا یقین کرتے ہوئے بھی نہیں کر پارہا۔

زید جھٹکے سے کھڑا ہوا زینب کو بازو سے دبوچ کر اپنے برابر کھڑا کیا ہے تم جانتی ہو لڑکوں سے دوستی کا مطلب کیا ہوتا ہے ہمارے معاشرے میں سپیشلی ہماری سوسائٹی میں جس سے میں اور تم تعلق رکھتے ہیں وہ براہ راست اس کی انکھوں میں انکھیں ڈال کر بات کر رہا تھا۔

اس پر زینب کی انکھوں میں انسو ٹھٹھر گئے درد تکلیف غصہ بے یقینی کیا نہیں تھا زید کی انکھوں میں

مجھے سچ سچ بتانا زینب اور کیا کیا ہے تم نے ؟؟اور کیا چھپایا ہے تم نے ؟؟

اس سے پہلے کہ میری بچی کچی عزت بھی خاک میں مل جائے۔مجھے بتا

دو زینب تم اپنا اپ بھی لٹا ائی ہو یا ابھی بھی کچھ باقی ہے ؟؟؟

الفاظ تھے کہ نشتر جو زینب کے دل کے ار پار ہو رہے تھے اتنی بے یقینی۔

ایک زوردار تھپڑ زید کے منہ پر پڑا تھا اور وہ مارنے والا کوئی اور نہیں اس

کی اپنی ماں تھی شرم انی چاہیے تمہیں کوئی اس طرح گفتگو کرتا ہے اپنی

بہن سے

کس لہجے میں بات کر رہے ہو تم اس سے مجھے یقین ہے اپنی بیٹی پر ضرور

کوئی وجہ ہو گی جو وہ وہاں گئی ہو گی ایک بار اس کی بات تو سن لو وجہ تو

پوچھو میں جانتی ہوں کبھی کوئی ایسا کام نہیں کرے گا جس سے اس کی ہماری عزت پر حرف ائے۔

پر ماں وہ لڑکے یہ ثبوت یہ لیٹر

بس ہے بہت ہو گیا ماں نے ہاتھ اٹھا کر سختی سے اسے ٹوکا میں کب سے تماشہ دیکھ رہی ہوں اب میں خود زینب سے پوچھوں گی تم درمیان میں نہیں بولو گے۔

زینب زینب زینب کہاں گئ ؟؟

۔۔۔۔بیٹے کو تو چپ کروا دیا مگر جیسے ہی زینب کی طرف پلٹی زینب وہاں سے غائب تھی۔اس سے پہلے کہ زید کچھ کہتا زینب کے چیخنے چلانے کی اواز انے لگی اور یہ اواز کچن کی طرف سے ارہی تھی

دونوں ماں بیٹا اس طرف لپکے۔۔

زینب سے بھائی کا بے یقین لہجہ اور بے اعتمادی برداشت نہیں ہوئی۔

کیوں بھائی اپ تو مجھ سے بہت پیار کرتے تھے نا تو تو اتنی بے اعتباری اتنی بے یقینی کیوں جب اپنے یقین نہ کریں تو جینے کا کیا فائدہ صفائی دینے کا کیا فائدہ۔

زینب بھائی کی بے یقینی اور طعنوں سے اندر ہی اندر ٹوٹ چکی تھی۔

آنکھوں میں آنسو، دل میں گھٹن، اور ذہن میں ایک ہی سوال —— "کیا میری سچائی کا کوئی اعتبار نہیں؟"

وہ دھیرے دھیرے کچن میں گئی، ہاتھ کانپ رہے تھے، سانسیں بوجھل ہو چکی تھیں۔ماچس کی تیلی جلائی اور ایک لمحے کو لرز کر رک گئی، مگر اگلے ہی پل آنکھیں موند کر خود کو آگ کے سپرد کر دیا۔

! زینب! دروازہ کھولو!" خدا کیلئے دروازا کھولو"

بھائی کا گلا پھٹنے لگا، ماں دہلیز پر بے بسی سے زمین پر گر گئی۔اندر سے لپکتے شعلے اور جلتی ہوئی چیخیں ان کی بے بسی پر قہقہے لگا رہے تھے۔

..لیکن دیر ہو چکی تھی

آئمہ ہنستی مسکراتی زینب کے گھر سے نکلی تھی۔اس کے ہاتھ میں ایک خوبصورت گفٹ باکس تھا جو اس نے زینب کے لیے خریدا تھا۔"زینب کو یہ بہت پسند آئے گا!"اس نے خوشی سے سوچا۔

مگر جیسے ہی وہ چند قدم اندر آئی، چیخوں کی آواز سن کر اس کے قدم جم گئے۔پہلے تو اسے لگا کہ شاید وہم ہوا ہے، مگر جب اس نے کچن سے دھواں اٹھتے دیکھا تو اس کا دل دھک سے رہ گیا۔

"یا اللہ! یہ کیا ہو رہا ہے؟"وہ بھاگتی ہوئی اندر آئی۔دروازے پر زینب کی ماں بے ہوش پڑی تھی اور بھائی بے بسی سے دروازہ توڑنے کی کوشش

کر رہا تھا۔اور اندر سے آگ کی لپٹیں اور زینب کی مدھم ہوتی چیخیں آ رہی تھیں۔

زینب! دروازہ کھولو!"آئمہ کی آواز کانپ گئی۔"

مگر دروازہ بند تھا۔وقت ہاتھ سے نکل چکا تھا۔

وہاں کھڑے کھڑے اس کی آنکھوں کے سامنے وہ لمحہ آیا جب چند منٹ پہلے وہ زینب کے ساتھ ہنس رہی تھی۔"کاش میں رک جاتی!

کاش میں زینب کو روک لیتی !"اس کے دل میں پچھتاوے کی ایک لہر دوڑ گئی۔

...اور پھر اچانک، چیخیں خاموش ہو گئیں

زینب کی وفات کا ایک ہفتے بعد وہ لوگ وہاں سے شفٹ ہونے کا ارادہ کر رہے تھے۔ائمہ ملنے ائی تھی زینب کی ماں سے

مگر وہاں جا کے اسے پتہ چلا کہ وہ ہاسپٹل میں ہیں زینب کی موت کا صدمہ وہ برداشت نہیں کر سکیں اس لیے ڈاکٹرز انہیں نیند کی ادوایات دے رکھی تھیں۔جب ہوش میں اتی زینب کے پاس جانے کی ضد

کرتے ہیں اور روتی رہتی اس لیے ان کے ارام کے لیے انہوں نے نشہ آور ادویات کے تحت نیند میں رکھا ہوا تھا

اس کی ملاقات صرف زید سے ہوئی تھی۔

زید نے اسے ریکویسٹ کی تھی کہ وہ اس کی ماں سے جا کے ملے انہیں سمجھائے۔وہ زید کی شکل دیکھنا نہیں چاہتی جب بھی ان کے سامنے جاتا تو چیخنے چلانے لگتیں۔

زید ہسپتال کے کوریڈور میں بے بسی سے بیٹھا تھا۔ مسلسل غم اور دکھ نے انہیں توڑ کر رکھ دیا تھا۔

ائمہ کو اسپتال میں دیکھ کر زید نے اسے ریکویسٹ کی تھی

"ماں پہلے ہی زینب کے غم میں ٹوٹ چکی ہیں۔اگر وہ یوں ہی غم میں رہیں تو شاید میں انہیں بھی کھو دوں گا۔آئمہ آپ پلیز ان کے ساتھ بیٹھیں،انہیں تسلی دیں،تاکہ وہ تھوڑی بہتر ہو سکیں۔"۔۔۔

ائمہ حیران تھی کہ ان چند گھنٹوں میں ایسا کیا ہوا تھا کہ زینب نے خود کو اگ لگا لی اور اب زید کی ماں زید کو دیکھنا گوارا نہیں کر رہیں۔۔۔ائمہ پوچھنا چاہتی تھی وجہ مگر وہ پوچھ نہیں پا رہی تھی کیونکہ وہ دونوں ابھی صدمے میں تھے

آئمہ نے زید کو دیکھا، بڑھی شیو، بکھرے بال سرخ روئی آنکھیں وہ اب اس کے سامنے بے بس کھڑا اپنی ماں کے لیے منت کر رہا تھا۔

"زینب ہوتی تو کیا کرتی؟"

یہ سوال آئمہ کے دل میں گونجا۔ زینب ہمیشہ چاہتی تھی کہ اس کی ماں اور بھائی خوش رہیں

۔آئمہ نے گہری سانس لی اور آہستہ سے کہا، "ٹھیک ہے زید، میں "کوشش کروں گی۔

آئمہ جیسے ہی زید کی ماں کے کمرے میں داخل ہوئی، اس نے دیکھا کہ وہ خاموشی سے چھت کو گھور رہی تھیں، آنکھوں میں اداسی اور چہرے پر گہری جھریاں۔ وہ اب پہلے جیسی نہیں رہی تھیں، غم اور تکلیف نے انہیں وقت سے پہلے بوڑھا کر دیا تھا۔

ائمہ نے دھیرے سے ان کا ہاتھ تھاما اور نرمی سے بولی، "آنٹی، زینب ہمیں چھوڑ کر چلی گئی، مگر آپ خود کو یوں تکلیف میں ڈال کر کیا حاصل؟ زینب چاہتی تھی کہ آپ جئیں، اپنے لیے نہیں تو کم از کم زید کے لیے خود کو سنبھالیں۔"

یہ سنتے ہی زینب کی ماں کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ انہوں نے کانپتے ہوئے ہاتھ سے اپنے آنسو پونچھے اور مدھم آواز میں بولیں، "آئمہ بیٹا، تمہیں لگتا ہے میں اپنی بیٹی کو بھول سکتی ہوں؟ زینب اس دنیا سے اس لیے گئی کیونکہ اس کے بھائی نے اس پر شک کیا تھا... زید کی بے اعتمادی نے میری بیٹی کی جان لے لی!"

یہ الفاظ سن کر آئمہ کا دل دھک سے رہ گیا۔ اس کے جسم میں جیسے سنسنی دوڑ گئی ہو۔

ک... کیا؟ زید نے زینب پر شک کیا تھا؟" آئمہ نے بے یقینی سے "

پوچھا۔

ماں نے نم آنکھوں سے سر ہلایا۔ "ہاں، زید نے اپنی بہن کی عزت پر

شک کیا۔ اس نے زینب کی صفائی کو سنے بغیر اس پر الزام لگا دیا، اور اسی

" !شرمندگی میں میری بیٹی نے اپنی جان لے لی

آئمہ کے ہاتھ لرزنے لگے۔ وہ زید کی تکلیف کو دیکھ رہی تھی، اس کی

ندامت کو محسوس کر رہی تھی، مگر اب یہ جان کر کہ وہی زینب کی

موت کی اصل وجہ تھا، اس کے دل میں ایک طوفان اٹھنے لگا۔

کیا زید واقعی معافی کے لائق ہیں ؟"

آئمہ خاموشی سے ہسپتال سے باہر چلی گئ، زید سے بات کیے بغیر، کیونکہ وہ خود کو دھوکے میں محسوس کر رہی تھی

ائمہ نے زید سے بات کرنے کا سوچا کہ وہ اس سے ساری حقیقت بتائے گی کہ جو بھی ہوا سب غلط فہمی میں ہوا۔ لیکن اس نے جو کیا غلط کیا ہے۔

اگلے دن ذید ماں کو گھر لے تو آیا مگر اس کی ماں نے گھر آنے سے پہلے اسے فیصلہ سنایا کہ وہ اسے اپنی شکل نا دیکھائے اگر وہ چاہتا ہے کہ اس کی ماں سلامت رہے زندہ رہے تو اسے ان کا فیصلہ ماننا ہو گا۔ اور زید نے وہی کیا جو اس کی ماں نے کہا۔۔

دن گزرتے جا رہے تھے آئمہ اس دن کے بعد دوبارہ زینب کی ماں سے ملنے نہیں آئی۔ وہ ملنا چاہتی تھی مگر زینب کی موت کی وجہ کے کے انکشاف نے اس کو تکلیف دی تھی۔

اسے سمجھ نہیں ارہا تھا وہ کیا کرے۔ بالا خر اس نے سوچا کہ وزید سے بات کرے گی

آئمہ نے گہرے سانس لی اس کا دل تیزی سے دھڑک رہا تھا۔ وہ اب مزید خاموش نہیں رہ سکتی تھی۔ اس نے اپنے فون سے زید کا نمبر ڈائل کیا۔

زید نے فوراً کال اٹھائی، اس کی آواز کمزور اور تھکی ہوئی لگ رہی تھی۔

"جی؟ خیریت؟"

آئمہ نے خود کو مضبوط کیا اور سنجیدگی سے بولی، "مجھ سے مل سکتے ہیں آپ؟ مجھے آپ سے ایک ضروری بات کرنی ہے۔"

زید کچھ لمحے خاموش رہا، پھر آہستہ سے بولا، "ہاں، میں ملتا ہوں۔ کہاں آنا ہے؟"

اسٹار بکس کیفے، شام چھ بجے۔''آئمہ نے مختصر جواب دیا اور فون کاٹ ''
دیا۔

زید نے فون کو ہاتھ میں دبایا۔

زید اسٹار بکس کے کونے میں ایک میز پر بیٹھا تھا،اس کی نظریں میز پر پڑے کپ پر جمی ہوئی تھیں۔ں آئمہ کے چہرے پر سختی اور سنجید گی تھی، جبکہ زید کے چہرے پر پریشانی۔۔، تکلیف۔

آئمہ خاموشی سے اس کے سامنے والی کرسی پر بیٹھی۔زید نے بے چینی سے ہاتھ مسلا اور آہستہ سے بولا،''کیا بات کرنی تھی اپ کو مجھ سے ؟!

کچھ دیر سے دیکھتی رہے خاموشی سے کہیں وہی زید ہے جس سے میں

نے محبت کی ہے۔

آئمہ نے گہری سانس لی اور سیدھا زید کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا،

""ہاں، مجھے آپ کو حقیقت کا سامنا کروانا ہے۔

زید خاموش رہا۔آئمہ کی آنکھوں میں ایک چبھتی ہوئی سنجیدگی تھی۔

ائمہ نے اسے یونیورسٹی سے لے کر برتھڈے پارٹی میں جانے تک کا

سارا قصہ زید کو بتایا اور یہ بھی بتایا کہ زینب نے اسے بتایا تھا وہ زید کو بتانا

چاہتی تھی لیکن اس نے خود منع کیا تھا

اور رہی بات اس لیٹر کی تو وہ میرے اور زینب کے بیچ بات ہوئی تھی زینب نے وہ انویٹیشن مجھے لکھ کے دیا تھا میں بے وقوف مجھے وہ انویٹیشن پیج اپنے پاس رکھنا چاہیے تھا لیکن میں نے پھینک دیا مجھے نہیں پتہ تھا کہ وہ اس آوارہ لڑکے کے ہاتھ لگ جائے گا۔

آئمہ کے الفاظ زید کے دل پر تیز دھار چاقو کی طرح لگ رہے تھے۔ ہر جملہ، ہر حقیقت، اس کے اندر زخم کھول رہی تھی۔ اس نے تصور بھی نہیں کیا تھا کہ اس کا شک زینب کو اتنی بڑی حد تک لے جائے گا۔

زید کی سانسیں بھاری ہونے لگیں، اس کی آنکھوں میں شدید تکلیف اور پچھتاوے کی گہری لکیریں ابھر آئیں۔ وہ بے یقینی سے آئمہ کی طرف دیکھ کر مدھم آواز میں بولا، "میں نے... میں نے اپنی بہن کو مار دیا؟"

آئمہ نے آنکھیں بند کرلیں، وہ جانتی تھی کہ زید کے لیے یہ سچائی جھیلنا آسان نہیں ہوگا، مگر اسے یہ جاننا ضروری تھا۔

"زینب آپ کی بہت محبت کرنے والی بہن تھی، زید۔ وہ آپ سے بہت پیار کرتی تھی، مگر آپ نے اس کی محبت کو نہیں سمجھا۔ آپ نے اس پر

بھروسہ نہیں کیا...اوراس بے اعتمادی کے بوجھ میں وہ ٹوٹ گئی، بکھر گئی..."

زید نے اپنے بالوں میں انگلیاں پھنسالیں،اس کا دل جیسے دھڑکنا بھول گیا تھا۔وہ کرسی سے اٹھا،چند قدم پیچھے ہٹا،اور دیوار سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کرلیں۔

"یہ میں نے کیا کردیا...؟میں کیسے اتنا اندھا ہو سکتا تھا؟میں نے اپنی بہن کو انصاف دینے کے بجائے،اسے بے یارومددگار چھوڑدیا؟"

زید کی سانسیں تیز ہونے لگیں، اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنا چہرہ ڈھانپ لیا۔ وہ لڑکھڑا کر واپس کرسی پر بیٹھ گیا، جیسے اب کھڑے ہونے کی بھی ہمت نہ رہی ہو۔

"کاش میں نے زینب کی بات سن لی ہوتی... کاش میں نے اس پر یقین کر لیا ہوتا... کاش میں نے اس سے ایک بار پوچھ لیا ہوتا کہ حقیقت کیا ہے..." اس کی آواز لرز رہی تھی

آئمہ نے ایک لمحے کے لیے اس کے کانپتے ہوئے ہاتھوں کو دیکھا، وہ زید کو اس حال میں دیکھ نہیں پا رہی تھی مگر اسے محبت سے زیادہ دوستی عزیز تھی۔ اس لیے وہ نرم نہیں پڑی۔

"!اب صرف 'کاش' کہنے سے کچھ نہیں ہو گا، زید"

زید نے سر اٹھایا، اس کی آنکھیں سرخ ہو چکی تھیں۔ "میں اپنی ماں کا سامنا کیسے کروں، آئمہ؟ وہ کبھی مجھے معاف نہیں کریں گی...اور شاید تم بھی نہیں۔"

ہم کیا فائدہ رونے کا زہد وہ دکھ سے بولی میں اپ کو بہت اچھا انسان سمجھتی تھی پر اپ نے کیا کیا زید اپ نے میری دوست میری بہن کی جان لے لی کیوں زید کیوں

وہ اس کی برداشت کی اخری حد تھی۔ خدا کے لیے چپ کر جاؤ ائمہ باخدا

میں نے ایسا کبھی سوچا بھی نہیں تھا میں بھائی تھا اس کا میں کیوں جان

لوں گا اس کی۔۔،، ایک غلط فہمی تھی

ابو کے بعد میں نے اسے ایک بھائی سے اور ایک باپ سے بڑھ کر اسے

پیار دیا ہے کیا میرا اتنا حق بھی نہیں تھا میں اس سے سوال جواب کرتا؟؟

شدید دکھ بھرے لہجے میں بولا۔

سوال کرنے کا حق تھا اپ کو۔۔۔۔۔

لیکن آپ نے اپنی بہن پر بنا کسی ثبوت کے، بنا اس کی بات سنے، محض شک کی بنیاد پر الزام لگا دیا۔ اور اسی بے اعتمادی کی آگ میں زینب جل کر راکھ ہو گئی۔"

زید نے نظریں جھکا لیں، اس کی انگلیاں کپ کے کنارے پر سختی سے گرفت جما رہی تھیں۔

آئمہ نے بات جاری رکھی، "کیا آپ کو ایک لمحے کے لیے بھی یہ خیال نہیں آیا کہ زینب جھوٹ نہیں بول رہی ہو گی؟ اگر آپ اسے سمجھنے کی

کوشش کرتے، اگر آپ کسی سے بھی اس بارے میں بات کر لیتے تو شاید وہ آج زندہ ہوتی۔

زید کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں، اس نے شکستہ لہجے میں کہا،

"مجھے پچھتاوا ہے، آئمہ۔

اگر میں نے زینب کی بات سن لی ہوتی، اگر میں نے اس پر شک نہ کیا ہوتا تو آج وہ ہمارے ساتھ ہوتی... اور ماں بھی یوں بیمار نہ ہوتیں۔" زید نے اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرا، آنکھوں میں ندامت کے آنسو تھے۔

میں نے اپ سے بے انتہا محبت کی تھی اور یہ بات صرف زینب جانتی تھی لیکن شاید میں نے ایک غلط انسان سے محبت کی تھی اور اج بھی کرتی ہوں۔

میں سب جانتا ہوں ائمہ میں نے اس دن تمہاری اور زینب کی ساری باتیں سن لی تھیں۔

میں شاید نفرت کے ہی قابل ہوں۔ وہ دل شکستہ ہو گیا وہ مضطرب تھا پریشان تھا اس کی بہن جان سے چلی گئی تھی اب ان باتوں کو کوئی فائدہ نہیں تھا۔۔۔

اپ کو پتہ ہے زید یہ بڑے گھرانے کے بگڑے نوابزادے اور نوابزادیاں جن کا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا اگر انہیں کوئی کچھ کہہ دے تو یہ بدلہ لینے پہ اتراتے ہیں اپنی انسلٹ برداشت نہیں کرتے پھر چاہے وہ کوئی میڈل کلاس شریف گرانے کی زینب بھی کیوں نہ ہو ہم جیسے لوگ ان جیسوں میں فٹ نہیں اتے ہماری اور ان کی دنیا میں بہت فرق ہوتا ہے۔

آئمہ نے گہری سانس لی، اس کی آنکھوں میں آنسو تیر رہے تھے مگر اس نے خود کو مضبوط رکھا۔ وہ جانتی تھی کہ زید کا درد سچا ہے، مگر اس کا جرم بھی اتنا ہی سنگین تھا۔

زید میز پر دونوں ہاتھ رکھے، شکست خوردہ سا بیٹھا تھا۔اس کی آنکھوں میں عائزہ کے الفاظ کی چبھن تھی۔بہن کی موت کا درد تھا،وہ کچھ کہنا چاہتا تھا مگر الفاظ گلے میں اٹک گئے تھے۔

آئمہ نے دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے ایک لمحے کے لیے پلٹ کر اسے دیکھا۔

"میں جا رہی ہوں،زید... ہو سکے تو آنٹی کا خیال رکھیے گا۔"

زید نے نظریں اٹھائیں، اس کا چہرہ تکلیف سے بھرا ہوا تھا۔ وہ بے بسی سے آئمہ کو دیکھ رہا تھا جیسے التجا کر رہا ہو کہ وہ رک جائے، مگر وہ جانتا تھا کہ اس کے پاس رکنے کی کوئی وجہ نہیں۔

آئمہ نے دھیرے سے کہا، "اگر کبھی ملاقات ہوئی... اور دل مانا... تو شاید تمہیں معاف کر دوں۔"

____

ایک سال بعد۔

سال گزر چکا تھا، مگر زید کے لیے ہر دن جیسے سزا تھا۔اس نے خود کو مکمل بدل دیا تھا، زینب کی موت کے بعد وہ اپنی ماں کا خیال رکھنے کی کوشش کرتا رہا، مگر وہ اب بھی اس سے بات نہیں کرتی تھیں۔

عائزہ نے بھی اس سے کوئی رابطہ نہیں کیا تھا۔زید نے اس کی بات کو دل سے لیا تھا کہ اگر دل مانا تو شاید وہ معاف کر دے۔ا

اس دن گھر میں قرآن خوانی رکھی گئی تھی۔زینب دوست، آئمہ اس کی فیملی اور قریبی لوگ سب موجود تھے۔زید چپ چاپ بیٹھا تھا، اس کی نظریں نیچی تھیں۔

یہاں سوائے اس کی ماں اور ائمہ کے کوئی نہیں جانتا تھا کہ زینب کی

موت کس وجہ سے ہوئی وہ نئے محلے اور نئے گھر میں اگئے تھے اس لیے

یہاں لوگ بھی نئے تھے

مگر آج وہ صرف دعا کرنا چاہتا تھا کہ زینب کی روح کو سکون ملے۔

جب سب لوگ دعا کے بعد جانے لگے، تب زید نے اپنی ماں کو دیکھا۔

وہ خاموشی سے کھڑی تھیں، مگر ان کے چہرے پر وہ سختی نہیں تھی جو

ایک سال پہلے تھی۔ زید نے ہمت کر کے آہستہ سے کہا، "ماں... کیا

آپ مجھے معاف نہیں کر سکتیں؟"

ماں نے گہری سانس لی، آنکھوں میں آنسو آ گئے، مگر وہ خاموش رہیں۔

زید نے ایک بار پھر لرزتی آواز میں کہا، "میں جانتا ہوں، میں نے ناقابلِ معافی غلطی کی، مگر میں نے اپنی بہن کھو کر سیکھا ہے کہ شک سب سے بڑی تباہی ہے۔ میں اب بھی خود کو کبھی معاف نہیں کر سکوں گا، مگر... کیا آپ مجھے اپنی نظروں میں جگہ دے سکتی ہیں؟"

یہ کہہ کر زید نے ماں کے قدموں میں سر رکھ دیا۔

ماں کے آنسو بہنے لگے، انہوں نے کپکپاتے ہاتھوں سے زید کے سر پر ہاتھ رکھا اور دھیرے سے کہا، "بیٹا... میں نے بھی ایک سال میں بہت

کچھ سیکھا ہے۔ میں تمہیں کھونا نہیں چاہتی تھی، بس تمہیں تمہاری غلطی کا احساس دلانا چاہتی تھی۔ آج، میں زینب کی روح کی تسکین کے لیے تمہیں معاف کرتی ہوں۔"

زید کی آنکھوں میں امید جاگی۔ وہ اٹھا اور پیچھے مڑ کر دیکھا تو آئمہ دروازے پر کھڑی تھی۔ وہ سب دیکھ رہی تھی، اس کی آنکھوں میں بھی نمی تھی۔

زید آہستہ سے اس کے قریب آیا اور مدھم آواز میں کہا، "کیا تمہارا دل اب مانتا ہے، آئمہ؟"

آئمہ نے ایک لمحے کے لیے اسے دیکھا، پھر آہستہ سے سر ہلایا۔ "ہاں، زید... میں آپ کو معاف کرتی ہوں۔

یہ جملہ سنتے ہی زید کی آنکھوں میں شکر گزاری کے آنسو آ گئے۔ آج، ایک سال بعد، وہ اپنی سب سے بڑی خواہش پا چکا تھا—ماں اور آئمہ کی معافی۔

زینب کی برسی پر جو دکھ، درد اور پچھتاوا تھا، وہ آج معافی اور سکون میں بدل چکا تھا۔ زید نے اپنی غلطیوں سے سیکھا، اور آج اس کی ماں اور آئمہ نے اسے وہ معافی دے دی جس کی اسے سب سے زیادہ ضرورت تھی۔

اب زندگی آگے بڑھنے کا وقت تھا—زینب کی یادوں کے ساتھ، مگر بغیر کسی بوجھ کے۔

اختتام